جملہ حقوق محفوظ ہیں

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ
اگر تم نہ جانتے ہو تو اہل علم سے دریافت کرلو

فتاویٰ رحیمیہ

جلد ہفتم

افادات

حضرت مولانا قاری مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوری دامت فیوضہم
سابق خطیب بڑی جامع مسجد راندیر سورت (گجرات)

ناشر

مکتبہ رحیمیہ، منشی اسٹریٹ، راندیر سورت گجرات

MAKTABA-E-RAHIMIYAH
MUNSHI STREET, RANDER, SURAT, PIN. 395005
(GUJARAT) INDIA.

کتاب الصوم

رویت ہلال

قمری مہینوں کے اثبات میں اہل حساب کی تحقیق پر عمل کیا جائے تو اس کی گنجائش ہے یا نہیں؟

سوال (۲۰۵۴) ہمارے یہاں (ساؤتھ افریقہ میں) مصر سے ایک فتویٰ آیا ہے اس میں ایک جگہ لکھا ہے کہ اگر کسی وقت ۲۹ ویں شعبان کو رویت ہلال نہ ہو، البتہ اہل حساب یقین کے ساتھ یہ بات کہیں کہ چاند ۲۹ ویں شعبان کو پیدا ہوگا اور افق پر غروب شمس کے بعد اتنی دیر تک رہے گا کہ اس کی رویت ممکن ہو، اس صورت میں اہل حساب کے قول پر عمل کیا جائے گا اور رمضان کا دخول ثابت ہو جائے گا۔ بعض فقہاء اس کے قائل ہیں کہ ایسی صورت میں اہل حساب کے قول پر عمل کیا جا سکتا ہے، وہ لکھتے ہیں۔

"اما اذا قطع اهل الحساب بان الهلال يولد ۲۹ شعبان ويمكث فوق الافق بعد غروب الشمس هذا اليوم مدة يمكن رؤيته فيها فانه في هذه الحالة يعمل بقول اهل الحساب ويثبت دخول شهر رمضان بناء على قولهم طبقاً لما ذهب اليه بعض الفقهاء من جواز العمل بخبرهم في مثل هذا الامر"

سوال یہ ہے کہ ۲۹ رشعبان کو رویت ہلال نہ ہو تو کیا صرف اہل حساب کی تحقیق کی بنا پر رمضان کے چاند کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے؟ اور فتویٰ کے مذکورہ اقتباس کے مطابق عمل ہو سکتا ہے؟ اس بارے میں تفصیلی جواب مطلوب ہے۔

(۲) ہمارے ساؤتھ افریقہ میں عموماً چاند نظر آتا ہے، گاہے مطلع ابر آلود رہتا ہے، ہمارے یہاں بعض لوگ یہ چاہتے ہیں کہ عید الاضحیٰ سعودی عرب کے ساتھ منائی جائے آنجناب کا فتویٰ اس مسئلہ میں مطلوب ہے۔ ذی الحجہ بہت قریب ہے امید ہے کہ جواب جلد از جلد تیار ہو جائے گا۔ بینوا توجروا۔ از ساؤتھ افریقہ۔ ۲ شوال المکرم ۱۴۰۹ھ)

الجواب بسم الله الرحمن الرحيم۔ حامداً ومصلياً ومسلماً وهو الموفق

(۱-۲) رمضان اور عید وغیرہ کا دار و مدار رویتِ ہلال پر ہے، حدیث میں ہے

لا تصوموا حتى تروا الهلال ولا تفطروا حتى تروه فان غم عليكم فاقدروا له (بخاری شریف ص ۲۵۶ ج ۱) (مسلم شریف ص ۳۴۷ ج ۱) (مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۴ باب رویۃ الهلال)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے روزہ اس وقت تک مت رکھو جب تک (رمضان کا) چاند نہ دیکھ لو، اور جب تک ہلال شوال نہ دیکھو افطار نہ کرو (روزے ختم نہ کرو) اگر ابر و غبار کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو حساب لگالو (یعنی تیس دن پورے کرلو)

اور ایک روایت میں ہے

الشهر تسع وعشرون ليلة فلا تصوموا حتى تروه فان غم عليكم فاكملوا العدة ثلاثين (بخاری شریف ص ۲۵۶ ج ۱) (مسلم شریف ص ۳۴۷ ج ۱) (مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۴)

مہینہ (یقینی) انتیس راتوں کا ہے اس لئے روزہ اس وقت تک نہ رکھو جب تک (رمضان کا) چاند نہ دیکھ لو پھر اگر چاند تم پر مستور ہو جائے تو (شعبان کی) گنتی تیس دن پورے کر کے رمضان سمجھو۔

مذکورہ دونوں حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینہ کی آمد کو رویت ہلال پر موقوف رکھا ہے۔ نئے چاند کے افق پر موجود ہونے یا اس کے نظر آنے کے صرف عقلی اور حسابی امکان کو دار و مدار نہیں بنایا، چنانچہ اس کے بعد ارشاد فرمایا کسی

رکاوٹ (ابر، غبار) کی وجہ سے ۲۹ ویں شب کو چاند نظر نہ آئے تو اس وقت تیس دن پورے کرکے اگلا مہینہ شروع کرو۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم پاکستان تحریر فرماتے ہیں:

یہ دونوں حدیثیں (جو اوپر نقل ہوئیں) حدیث کی دوسری سب مستند کتابوں میں بھی موجود ہیں جن پر کسی محدث نے کلام نہیں کیا اور دونوں میں روزہ رکھنے اور عید کرنے کا مدار چاند کی رویت پر رکھا ہے، لفظ رویت عربی زبان کا مشہور لفظ ہے جس کے معنی کسی چیز کو آنکھوں سے دیکھنے کے ہیں اس کے سوا اگر کسی دوسرے معنی میں لیا جائے تو وہ حقیقت نہیں مجاز ہے اس لئے حاصل اس ارشاد نبوی کا یہ ہوا کہ تمام احکام شرعیہ جو چاند کے ہونے یا نہ ہونے سے متعلق ہیں ان میں چاند کا ہونا یہ ہے کہ عام آنکھوں سے نظر آئے معلوم ہوا کہ مدار احکام چاند کا افق پر وجود نہیں بلکہ رویت ہے۔ اگر چاند افق پر موجود ہو مگر کسی وجہ سے قابل رویت نہ ہو تو احکام شرعیہ میں اس وجود کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

حدیث کے اس مفہوم کو اسی حدیث کے آخری جملہ نے اور زیادہ واضح کر دیا جس میں یہ ارشاد ہے کہ اگر تم سے چاند مستور اور چھپا ہوا رہے یعنی تمہاری آنکھیں اس کو نہ دیکھ سکیں تو پھر تم اس کے مکلف نہیں کہ ریاضی کے حسابات سے چاند کا وجود اور پیدائش معلوم کرو اور اس پر عمل کرو، یا آلات رصدیہ اور دوربینوں کے ذریعہ اس کا وجود دیکھو بلکہ فرمایا فان غم علیکم فاکملوا عدۃ ثلاثین یعنی اگر چاند تم پر مستور ہو جائے تو تیس دن پورے کرکے مہینہ ختم سمجھو۔" (رویت ہلال ص ۱۵، ۱۶، ادارۃ المعارف کراچی)

مولانا محمد برہان الدین صاحب سنبھلی زاد مجدہ استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اپنے ایک مقالہ[1] میں تحریر فرماتے ہیں

[1] موصوف نے یہ مقالہ ایک سیمینار میں پیش کیا تھا، یہ سیمینار ۸ تا ۱۰ جون ۱۹۸۰ء مطابق ۲۱ تا ۲۳ شوال المکرم ۱۴۰۰ھ کو ملیشیا کے مشہور شہر پینانگ (PENANG) میں منعقد ہوا تھا جس میں ۲۵ ملکوں کے تقریباً ۵۰ ممتاز افراد نے حصہ لیا تھا موصوف کا یہ مقالہ پسند کیا گیا تھا۔

ان الفاظ حدیث سے اس کے علاوہ اور کوئی مفہوم نہیں نکل سکتا کہ اگر چاند افق پر موجود ہے مگر اسکے کھلی آنکھوں سے نظر آنے میں بادل یا اور کوئی چیز حائل ہوگئی ہو اور چاند نظر نہ آسکا ہو، تو ایسی صورت میں بھی شریعت کا حکم یہی ہے کہ تیس دن پورے کر لئے جائیں اس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ مہینہ کی آمد و رفت کا دارومدار شرعاً رویت پر یعنی نئے چاند کے دیکھ لینے پر ہے۔ اس کے افق پر موجود ہونے یا امکان رویت پر نہیں ہے اور اسی سے یہ بھی معلوم بلکہ ثابت ہو جاتا ہے کہ حسابی طریقہ، یا آلات رصدیہ کے ذریعہ ثابت ہونے والا نیا چاند، شرعی احکام کے لئے بنیاد نہیں بن سکتا، کیونکہ آلات اور حسابی قواعد کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ نئے چاند کا امکان معلوم ہو سکتا ہے جس کے لئے عموماً فقہی کتابوں میں تولید ہلال یا ولادت قمر وغیرہ جیسے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اور انگریزی میں اسے نیو مون (NEW MOON) کہا جاتا ہے، (درحقیقت چاند اپنی رفتار کے خاص مرحلہ میں سورج کے بالکل محاذی میں آجاتا ہے (اسی لئے یہ حالت قران شمس و قمر بھی کہلاتی ہے) اور چاند کا ظاہری وجود قطعاً چھپ جاتا ہے، گویا وہ سورج کے روشن جسمانی دائرہ کے اندر غائب ہو جاتا ہے، یہ کیفیت دو تین منٹ رہتی ہے اس کے بعد تدریجاً دونوں کے درمیان دوری ہوتی ہے تو پھر چاند کا ظاہری وجود نمایاں ہونے لگتا ہے اور تقریباً بیس گھنٹے بعد قابل رویت بن جاتا ہے، ظاہر ہے کہ چاند کی مذکورہ بالا حالتیں، ولادت سے لے کر قابل رویت ہونے تک، شرعی احکام کے لحاظ سے ناقابل التفات ہیں، البتہ جب رویت ثابت ہو جائے تب وہ مدار حکم بنے گی، اس سے پہلے نہیں۔ الی قولہ۔ یہ بات اگرچہ احادیث بالا سے بداہتہً و صراحتہً ثابت و معلوم ہو رہی ہے کہ پھر مزید کسی تائید کی ضرورت نہیں رہتی لیکن مزید اطمینان کے لئے یہاں ایک مشہور شامی فقیہ علامہ ابن عابدین رحمہ صاحب ردالمحتار کا بیان نقل کیا جا رہا ہے

صرح به علماؤنا من عدم الاعتماد على قول اهل النجوم فى دخول رمضان

لان ذلك مبنى على ان وجوب الصوم معلق برؤية الهلال لحديث "صوموا لرؤيته" وتوليد الهلال ليس مبنيًا على الرؤية بل على قواعد فلكية وهى وان كانت صحيحة فى نفسها لكن اذا كانت ولادته فى ليلة كذا فقد يرى فيها الهلال وقد لايرى والشارع علق الوجوب على الرؤية لا على الولادة (ص ۲۸۹ مكتبه نعمانيه ديوبند) بحوالہ بحث و نظر ۱۴۰۰ھ پھلواری شریف پٹنہ شمارہ ۲ جنوری فروری مارچ ۱۹۹۱ء

اسی طرح جمہور علماء کے قول کے مطابق حساب کو دارومدار بنانا احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے عن النبى صلى الله عليه وسلم انه قال انا امة امية لانكتب ولا نحسب (بخاری شریف ص ۲۵۶ ج ۱، مسلم شریف ص ۳۴۷ ج ۱، مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۴ باب رؤية الهلال)

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں

ان الاستقصاء فى معرفة الشهر لا الى الكتاب والحساب كما عليه اهل النجامة (مرقاة شرح مشكوٰة ص ۲۲۲ ج ۴ باب رؤية الهلال مكتبه امداديه ملتان)	مہینے کی معرفت میں آخری مدار حساب و کتاب نہیں ہے جیسا کہ حساب دان سمجھتے ہیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

ان العمل على ما يعتاده المنجمون ليس من هدينا وسنتنا بل علمنا يتعلق برؤية الهلال فانا نراه مرة تسعا وعشرين ومرة ثلثين (مرقاة شرح مشكوٰة ص ۲۲۲ ج ۴ مطبوعه ملتان)	حساب دانوں کا جو طریقہ ہے اس پر عمل کرنا ہمارا (اسلام کا) طریقہ نہیں ہے بلکہ نئے مہینے کی آمد کے علم کا تعلق رویت ہلال سے ہے چنانچہ کبھی ہم ۲۹ ویں کو چاند دیکھتے ہیں اور کبھی تیسویں کو۔

الفقہ على مذاهب الاربعة میں ہے۔

هل يعتبر قول المنجمين؟ لاعبرة بقول المنجمين فلا يجب عليهم ولا على من وثق بقولهم، لان الشارع علق الصوم على امارة ثابتة لاتتغير ابدا، وهى رؤية الهلال او اكمال العدة ثلاثين يوما اما قول المنجمين فهو ان كان مبنيًا على قواعد دقيقة فانا نراه غير منضبط بدليل اختلاف ارائهم فى اغلب الاحيان وهذا هو رأى ثلاثة من الائمة وخالف الشافعية فانظر مذهبهم تحت الخط. وهو هذا۔ - الشافعية قالوا يعتبر قول المنجم فى حق نفسه وحق من صدقه ولا يجب الصوم على عموم الناس بقوله على الراجح (الفقه على مذاهب	حساب دانوں کی بات معتبر نہیں ہے پس ان پر اپنے حساب کے مطابق روزہ رکھنا واجب نہیں ہے اور نہ اس شخص پر جو ان کی بات پر اعتماد کرتا ہو اس لئے کہ شارع علیہ السلام نے روزے کو ایسی امارت (نشانی) سے متعلق کیا ہے جو کبھی بھی بدل نہیں سکتی اور وہ رویت ہلال ہے یا تیس دن پورے کرنا ہے رہی حساب دانوں کی بات اگرچہ (ان کے نزدیک) ان کا حساب دقیق قواعد پر مبنی ہے مگر پھر بھی وہ منضبط نہیں ہے اس لئے کہ بسا اوقات خود ان ہی کے درمیان اختلاف ہوتا ہے اور یہی ائمہ ثلاثہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد) کا قول ہے بعض شوافع نے کہا ہے کہ منجم کی بات خود اس کی ذات اور جو ان کی بات کی تصدیق کرے اسکے حق میں معتبر ہے لیکن راجح قول یہ ہے کہ عام لوگوں پر ان کے حساب کی وجہ سے روزہ رکھنا واجب نہیں ہے۔

الاربعة ص ۵۵۰ الجزء الثانى كتاب الصيام) (تاليف عبدالرحمن الجزيرى مطبوعه استنبول ترکی)

درمختار اور شامی میں ہے۔

ولا عبرة بقول الموقتين ولو	موقتین (حساب داں) کی بات معتبر نہیں ہے

عدولاً على المذهب (درمختار) (قوله ولا عبرة بقول الموقتين) اى فى وجوب الصوم على الناس بل فى المعراج لا يعتبر قولهم بالاجماع ولا يجوز للمنجم ان يعمل بحساب نفسه وفى النهر فلا يلزم بقول الموقتين انه اى الهلال يكون فى السماء ليلة كذا وان كانوا عدولاً فى الصحيح كما فى الايضاح وللامام السبكى الشافعى تاليف مال فيه الى اعتماد قولهم لان الحساب قطعى اه ومثله فى شرح الوهبانية قلت ماقاله السبكى ردّه متأخروا اهل مذهبه ومنهم ابن حجر والرملى فى شرحى المنهاج . الى قوله . ووجهه ماقلناه ان الشارع لم يعتمد الحساب بل الغاه بالكلية بقوله نحن امة امية لا نكتب ولا نحسب الشهر هكذا هكذا

یعنی ان کے حساب کی وجہ سے عوام الناس پر روزہ رکھنا واجب نہیں ہے، معراج میں تو یہاں تک ہے کہ بالاجماع ان کی بات معتبر نہیں ہے اور نہ خود حساب دانوں پر ان کے حساب کی وجہ سے روزہ رکھنا جائز ہے اور نہر میں ہے، موقتین کے قول سے کہ فلاں رات میں چاند آسمان پر ہوگا ان کے قول کی وجہ سے اس رات میں چاند کا ہونا جبکہ دیکھا نہ جائے، لازم نہیں ہوگا اگرچہ موقتین عادل ہوں صحیح قول کے مطابق، ایضاح میں بھی اسی طرح ہے اس مسئلہ میں امام سبکی شافعی کی ایک تصنیف ہے ان کا میلان یہ ہے کہ حساب دانوں کی بات معتبر ہے اس لئے کہ حساب قطعی ہوتا ہے اور اسی طرح شرح وہبانیہ میں ہے، علامہ شامی فرماتے ہیں. قلت . میں کہتا ہوں جو بات علامہ سبکی نے کہی ہے ان کے ہی ہم مذہب متأخرین علماء نے اسے رد کر دیا ہے ان میں سے علامہ ابن حجر اور علامہ رملی ہیں جیسا کہ شرح منہاج میں ہے . الی قولہ . ہم نے جو بات کہی ہے کہ موقتین کی بات معتبر نہیں ہے اس کی دلیل

(درمختار وشامی ص ۱۲۶،۱۲۵ ج ۲) تحت مطلب لاعبرة بقول الموقتين فى الصوم وتحت مطلب ما قاله السبكى من ان الاعتماد على قول الحساب مردود)

یہ ہے کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر اعتماد نہیں فرمایا بلکہ اپنے اس قول "نحن امة ... الخ" سے اسے بالکل لغو قرار دیا (شامی ص ۱۲۶،۱۲۵ ج ۲ کتاب الصوم)

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے

وذكر السرخسى ؒ فى كتاب الصوم وقول من قال يرجع الى قول اهل الحساب عند الاشتباه بعيد فان النبى صلى الله عليه وسلم قال من اتى كاهنا او عرافا فصدقه بما يقول فقد كفر بما انزل على محمد صلى الله عليه وسلم .

علامہ سرخسی نے کتاب الصوم میں بیان کیا ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ اشتباہ کے وقت اہل حساب کے قول کی طرف رجوع کیا جائے تو اس کا یہ قول بعید ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص کاہن یا نجومی کے پاس گیا اور اس کی بات کی تصدیق کی تو اس نے ان باتوں کی تکفیر کی جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں

ذكر فى التهذيب فى كتاب الصوم : يجب صوم رمضان برؤية الهلال او باستكمال شعبان ثلاثين ولا يجوز تقليد المنجم فى حسابه لا فى الصوم ولا فى الافطار وهل للمنجم ان يعمل بحساب

تہذیب میں کتاب الصوم میں فرمایا ہے رمضان کا روزہ رویتِ ہلال سے یا شعبان کے تیس دن پورے کرنے سے واجب ہوگا اور منجم کی بات کی پیروی کرنا نہ روزہ رکھنے میں جائز ہے نہ روزہ ختم کرنے میں، اور منجم اپنے حساب پر خود عمل کر سکتا ہے یا نہیں؟ تو اس میں دو قول ہیں . ایک قول جواز کا اور

نفسه؟ فيه وجهان احدهما انه يجوز والثانى لا يجوز . (الفتاوى التاتارخانية ص ۳۵۵ ج ۲ كتاب الصوم باب رؤية الهلال)

دوسرا عدم جواز کا۔[1]

[1] ماہنامہ الفرقان جنوری ۱۹۹۲ء میں مولانا محمد برہان الدین سنبھلی صاحب استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا ایک قابل قدر مقالہ اس موضوع پر شائع ہوا ہے اس میں سے ایک اقتباس یہاں پیش کیا جارہا ہے

رویت کی پیشگی تعین ناممکن

جیسا کہ اوپر متعدد بار ذکر آیا "رویتِ ہلال" کا ثبوت آلات و حسابی قواعد سے نہیں ہوسکتا اگرچہ مذکورہ بالا دلائل سے یہ حیثیت پوری طرح ثابت و معلوم ہو جاتی ہے مگر خدا کی شان دیکھئے کہ اس کے علاوہ جدید ترین ذرائع معلومات سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے، پاکستان کے ایک مشہور صاحب قلم عصری تعلیم یافتہ ضیاء الدین صاحب جن کے متعدد قابل قدر مقالات "رویتِ ہلال" کے موضوع پر شائع ہو چکے ہیں اور ان سب کا مجموعہ رسالہ کی شکل میں لندن میں شائع ہوا ہے، موصوف نے یونیورسٹی آف لندن آبزرویٹری کے شعبۂ نرکس و علوم و فلکیات کے اسسٹنٹ ڈائرکٹر سے اس موضوع پر خط و کتابت کر کے معلومات حاصل کیں، ڈاکٹر مذکور نے جو اس کا جواب دیا اس کا خلاصہ ضیاء الدین صاحب موصوف کے ہی الفاظ میں یہاں مختصراً پیش کیا جارہا ہے۔

"آپ (ضیاء صاحب) کے ...... استفسار کے متعلق کہ آیا رصدگاہی سائنسداں کوئی ایسا معیار قائم کرنے کے قابل ہو چکے ہیں جس سے نیا چاند نمودار ہونے والی شام کی یقینی پیش گوئی کی جاسکے، مجھے افسوس ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے۔"

آگے چل کر ڈاکٹر صاحب مزید لکھتے ہیں

"درحقیقت رویتِ ہلال کے متعلق کوئی بھی مفروضہ قائم نہیں کیا جاسکتا، مجھے افسوس ہے کہ میرے خیال میں کوئی ایسا سائنسی طریقہ نہیں ہے جس سے اس موقع پر اسلام کی ضروری شرائط (آنکھ سے نیا چاند دیکھنے کی بات) پوری کی جاسکیں۔"

(رویتِ ہلال موجودہ دور میں، از ضیاء الدین طبع لندن)

ضیاء الدین صاحب نے اپنے اسی رسالے میں مشہور عالم رصدگاہ گرین وچ کی سائنس ریسرچ کونسل کے فلکیاتی قرطاس ۶ کا ترجمہ بھی دیا ہے، یہاں اس کا ایک جملہ نقل کیا جاتا ہے "ہر ماہ نئے چاند کے پہلی مرتبہ نظر آنے والی تاریخوں کے متعلق پیش گوئی کرنا ممکن نہیں" (باقی حاشیہ آئندہ)

نیز صحیح حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مہینہ یا انتیس دن کا ہوگا یا تیس دن کا — ۲۸، یا ۳۱ دن کا نہیں ہوسکتا، حدیث کے الفاظ یہ ہیں عن ابن عمر رضى الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انا امة امية لا نكتب ولا نحسب الشهر هكذا وهكذا وهكذا وعقد الابهام فى الثالثة ثم قال الشهر هكذا وهكذا وهكذا يعنى تمام الثلثين - حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہماری امت اَن پڑھ ہے، ان کی اکثریت نہ لکھنا جانتی ہے نہ حساب، مہینہ انتیس دن کا ہوگا اور کبھی تیس دن کا ہوگا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں کے اشارے سے اس کی تفصیل فرمادی (بخاری شریف ص ۲۵۶ جلد اول) (مسلم شریف ص ۳۴۷ جلد اول) (مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۴ باب رؤیۃ الہلال)

اختلاف مطالع

ظاہر روایت یہ ہے کہ اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) کیونکہ ایسے کوئی قابل اعتماد اور مکمل طور پر مستند مشاہدات موجود نہیں ہوتے جنھیں ان شرائط کو متعین کرنے میں استعمال کیا جاسکے جو چاند کے اول بار نظر آجانے کے لئے کافی ہوں"

مزید لکھتے ہیں: "یہ امر واضح ہے کہ رویتِ ہلال کے متعلق کوئی بھی پیش گوئی غیر یقینی ہوتی ہے" ان سب تفصیلات کے پیش نظر صادق و مصدوق (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ارشاد انا امة امية لا نكتب ولا نحسب الشهر هكذا وهكذا وهكذا مرة تسعا وعشرين ومرة ثلاثين (بخاری ص ۲۵۶ ج ۱، مسلم ص ۳۴۷ ج ۱) کی معنویت و صداقت اور بھی زیادہ واضح و مدلل ہو جاتی ہے . الی قولہ . حضرت شاہ ولی اللہ نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ شریعت کے احکام کا مدار ظاہری امور (علامات) پر رکھا گیا ہے، فنی موشگافیوں اور حسابات پر نہیں رکھا گیا بلکہ شریعت نے تو حسابات وغیرہ پر (شرعی احکام کا) دار و مدار رکھنے کی کوششوں سے بھی روکا ہے (حجۃ اللہ البالغہ ص ۴۹ ج ۲) (از ماہنامہ الفرقان لکھنؤ ص ۲۰ تا ۲۱ جنوری ۱۹۹۲ء مطابق جمادی الاخریٰ ۱۴۱۲ھ جلد ۶۰ شمارہ ۱)

ولا عبرة لاختلاف المطالع فی ظاهر الروایة كذا فی فتاوی قاضیخان وعلیه فتوی الفقیه ابی اللیث وبه كان یفتی شمس الائمة الحلوانی قال لو رأی اهل مغرب هلال رمضان یجب الصوم علی اهل مشرق كذا فی الخلاصة (فتاوی عالمگیری ج ۱ ص۲۱۱ باب رؤیة الهلال)

فتح القدیر میں ہے واذا ثبت فی مصر لزم سائر الناس فیلزم اهل المشرق برؤیة اهل مغرب فی ظاهر المذهب ۔ الی قوله ۔ وجه الاول عموم الخطاب فی قوله علیه السلام صوموا لرؤیته الخ (فتح القدیر ج ۲ ص۳۱۳، ۳۱۴ باب رؤیة الهلال)

علم الفقہ میں ہے ، ایک شہر والوں کا چاند دیکھنا دوسرے شہر والوں پر بھی حجت ہے ان دونوں شہروں میں کتنا ہی فاصلہ کیوں نہ ہو ، حتی کہ اگر ابتداء مغرب میں چاند دیکھا جائے اور اس کی خبر معتبر طریقہ سے انتہائے مشرق کے رہنے والوں کو پہونچ جائے تو ان پر اس دن کا روزہ ضروری ہوگا (درمختار ، ردالمحتار وغیرہ) (علم الفقہ حصہ ۳ ص۱۸، ۱۹)

مفتی اعظم ہند مولانا مفتی محمد کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں ۔

سوال :۔ اگر کسی دور کے شہر سے چاند دیکھنے کی خبر آئے تو معتبر ہوگی یا نہیں ؟

جواب :۔ چاہے کتنی ہی دور سے خبر آئے معتبر ہے مثلاً برہما والوں نے چاند نہیں دیکھا ، اور کسی بمبئی کے شخص نے ان کے سامنے چاند دیکھنے کی گواہی دی تو ان پر ایک روزہ کی قضا لازم ہوگی ہاں یہ شرط ہے کہ خبر ایسے طریقہ سے آئے جس کا شریعت میں اعتبار ہے تار کی خبر معتبر نہیں (تعلیم الاسلام ص۲۵ حصہ چہارم)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

۔ انبیاء کی شان ہی تیسیر و تسہیل ہے ان کے کلام میں کسور کا نہ ہونا اولیٰ ہے اسی لئے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف مطالع کو غیر معتبر قرار دیا ہے کہ اگر مکہ یا مدینہ سے شرعی ثبوت کے ساتھ خبر آجائے کہ وہاں یہاں سے پہلے چاند ہوا ہے تو ہندوستان

والوں پر اس خبر کی وجہ سے ایک روزہ رکھنا فرض ہوگا ۔ الی قولہ ۔ امام ابو حنیفہؒ نے اس کا (یعنی اختلاف مطالع کا) اعتبار نہیں کیا ، اور ان کا قول عقل و نقل دونوں کے مطابق ہے نقل کے مطابق تو اس لئے کہ حدیث سے معلوم ہو چکا ہے کہ نحن امة امیة لانکتب ولا نحسب جس سے معلوم ہوا کہ احکام شرعیہ کا مدار ایسے دقیق قواعد حساب وہیئت پر نہیں جس میں مہارت فن کی ضرورت ہو ، تو چاہئے کہ اس قسم کے دقائق ریاضیہ جن کی اطلاع ہر شخص کو آسانی سے نہیں ہو سکتی شریعت میں معتبر نہ ہوں ۔ اور عقل کے مطابق اس لئے کہ احکام شرعیہ تمام عالم کے لئے عام ہیں جس میں عالم و جاہل ، فلسفی و غبی ، محاسب و غیر محاسب سب قسم کے آدمی ہیں تو احکام شرعیہ میں ایسی بات نہ ہونی چاہئے جو صرف فلسفی و محاسب ہی معلوم کر سکے اور ظاہر ہے کہ اختلاف مطالع ایک خاص مقدار مسافت پر ہوتا ہے ، یہ نہیں کہ یہاں سے دہلی تک اختلاف مطالع ہو جائے بلکہ اس کے لئے ایک خاص مقدار معین ہے جس کو اہل حساب ہی جانتے ہیں اور رویت و شہادت ایسی چیزیں ہیں جن کو ہر شخص سمجھ سکتا ہے ، پس ہلال (چاند) کا مدار رویت شہادت ہی پر ہونا چاہئے نہ کہ اختلاف مطالع پر ، پس امام ابو حنیفہؒ کا قول اصول شریعت کے بھی زیادہ موافق ہے اور اصول عقل کے بھی ۔ (وعظ الحشر ص۲۲)

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

نعم فینبغی ان یعتبر اختلافها ان لزم منه التفاوت بین البلدتین باكثر من یوم واحد لان النصوص مصرحة بكون الشهر تسعة وعشرین او ثلاثین فلا تقبل الشهادة ولا یعمل بها فیما دون اقل العدد ولا ازید من اكثره ۔

یعنی اختلاف مطالع کا اعتبار اس جگہ ہو سکتا ہے کہ دو شہروں کے درمیان ایک دن یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہو اس لئے کہ نصوص میں تصریح ہے کہ مہینہ انتیس دن کا ہوگا یا تیس دن کا اس لئے انتیس دن سے کم کی صورت میں (یعنی اٹھائیس دن کا مہینہ لازم آتا ہو)

یا تیس سے زیادہ کی صورت میں (اکتیس دن کا مہینہ لازم آتا ہو) نہ شہادت قبول کی جائیگی اور نہ اس پر عمل ہوگا ۔ (فتح الملہم شرح مسلم ج ۳ ص۱۱۳)

مجموعہ روایات بالا سے امور ذیل مدلل ثابت ہوئے

(۱) نئی ماہ کی آمد کا مدار رویت ہلال یا تیس دن کی تکمیل ہے ، افق پر چاند کا پیدا ہو جانا نئے ماہ کی آمد کے لئے کافی نہیں ۔

(۲) منجمین اور موقتین (حساب دان) کے حساب کو مدار نہیں بنایا جا سکتا ۔

(۳) مہینہ انتیس ۲۹ تیس ۳۰ کے درمیان دائر رہتا ہے اٹھائیس یا اکتیس دن کا نہیں ہو سکتا

(۴) ظاہر روایت کے مطابق اختلاف مطالع معتبر نہیں ہے ۔

(۵) کسی جگہ کی شہادت (یا شرعی طریقہ کے مطابق موصول ہونے والی خبر) اسی وقت مقبول ہو سکتی ہے جبکہ مہینہ انتیس تیس کے درمیان دائر رہتا ہو ۔ اور اگر اس شہادت یا خبر سے مہینہ اٹھائیس دن یا اکتیس دن کا لازم آتا ہو تو وہ قابل قبول نہیں ہو سکتی ۔

ان امور کے پیش نظر آپ نے سوال میں مصر کے فتوی سے جو اقتباس پیش فرمایا ہے وہ اقتباس احادیث منقولہ اور جمہور فقہاء کے قول کے خلاف ہے ، لہذا اس سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا ۔

صورت مسئلہ میں جب آپ کے یہاں (جنوبی افریقہ میں) پورے سال مطلع ابر آلود اور غبار آلود نہیں رہتا ، چاند دیکھا بھی جاتا ہے اور آج تک چاند دیکھنے کے اصول پر عمل ہوتا رہا ہے تو اب بھی اسی اصول کے مطابق ہر ماہ چاند دیکھنے کا اہتمام کیا جائے اگر کسی مہینہ مطلع ابر آلود ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہ آسکے تو اقرب البلاد یا سعودی عربیہ سے ثبوت شرعی فراہم ہو جانے پر عمل کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ مہینہ انتیس تیس کے درمیان دائر رہتا ہو اور اس شرط کے ساتھ جب کہ یہ ثابت ہو کہ سعودی عرب والے حساب کو دار و مدار نہیں بناتے بلکہ شرعی ثبوت کے بعد اعلان کرتے ہیں (ثبوت ہلال

کے معتبر طرق کیا ہیں اس کے لئے ملاحظہ ہو فتاوی رحیمیہ جلد پنجم ص۱۸۱ تا ۱۹۱ ، اسے ضرور ملاحظہ فرمائیں)

بقلم: [illegible] ناظم

نوٹ: از حزب العلماء یوکے و مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی برطانیہ

سعودی عربیہ کے متعلق عام طور پر جو باتیں ثبوت ہلال کے متعلق پھیلائی گئیں وہ سب باطل ثابت ہو گئیں۔ جیسے کہ وہاں کے ذمہ دار حضرات کی تحریریں نیز فتاوی کے علاوہ خود مفتی رشید احمد لدھیانوی (احسن الفتاوی ج۴ ص۳۹۱) نے اپنے فتوے میں نیز شیخ الاسلام، مفتی محمود گنگوہی وغیرہ کے علاوہ ماہر فلکیات حضرت مولانا موسیٰ بازی نے تصریح فرمائی ہے۔

اسکے علاوہ مفتیان کرام نے سعودیہ پر عمل کے لئے مع جواز کے فتاوی دئے ہیں وہ سب ملاحظہ فرمائیں ہماری ویب سائٹ پر ہی:

[illegible]

2 11/1431 www.hizbululama.org.uk